بحث ونظر: ڈاکٹر محمود الحسن عارف *

حقائق سے چشم پوشی کیوں؟

مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے حوالے سے ماہنامہ ''الحق'' میں شائع ہونے والے اعتراضات کا جائزہ

مولانا شاہ سعید رائپوریؒ اوران کے افکار ونظریات کے حوالے سے ''الحق'' میں بہت کچھ شائع ہوا ہے چونکہ بحث کا آغاز بھی ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب کے ایک تعزیتی وسوانحی مقالے سے ہوا تھا اب اس کا اختتام بھی ان کے جوابی مضمون سے ہورہا ہے۔ڈاکٹر صاحب کے مضمون کا آخری حصہ آئندہ شمارے میں شائع کرنے کے بعد ادارہ مزید اس موضوع پر کسی قسم کی تحریر شائع کرنے سے معذرت خواہ ہوگا۔ادارہ کا ہرگز اس سے کسی کی توہین اور تحقیر کرنا مراد نہیں تھا بلکہ ادارہ اخلاقی دائرے میں رہ کر سنجیدہ مکالمے پر یقین رکھتا ہے۔جس سے قارئین پر غور وفکر اور ماضی وتاریخ کے دریچے کھلتے ہیں۔بہر حال دونوں اطراف اور حلقوں سے ادارہ ہرطرح کی دل آزاری پر معذرت خواہ ہے۔(ادارہ)

راقم الحروف نے مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی وفات پر جو تعزیتی مضمون لکھا اور جو ماہنامہ الحق کے شمارے ۵۶۶ میں چھپا،اس پر مولانا عبدالحکیم اکبری صاحب نے طویل نقد کیا ہے...... جو مکمل طور پر نقد نگار کے منفی فکر کی غمازی کرتا ہے،راقم نے یہ مقالہ چونکہ مناظرانہ مقصد کے لیے نہیں لکھا تھا اور راقم کا مقصد مولانا شاہ سعید رائے پوریؒ کی خدمات کو خراج تحسین ادا کرنا تھا،اس لیے اس پر راقم کو اس قسم کے نقد کی قطعاً توقع نہیں تھی، جو کہ نقد کے جوابی مضمون میں نظر آتا ہے۔

راقم الحروف نے بحمد اللہ ۱۹۷۰ء۔۱۹۷۲ء میں دارالعلوم کبیر والہ میں تعلیم حاصل کی اور دورہء حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ،مولانا محمد موسیٰ خانؒ،شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم،مولانا محمد منظور احمدؒ اور مولانا صوفی سرور جیسے علماء اور اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

راقم کے اساتذہ نے ہمیشہ اپنے بزرگوں کا ادب واحترام سکھایا ہے اور یہ بتایا کہ اپنے بزرگوں کا اختلاف

---

* صدر شعبہ دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

کے باوجود احترام کرو...... اور یہی بات راقم نے ...... قرآن وسنت میں پڑھی اور مطالعہ کی ہے، خاص طور پر ...... وفات پانے والے لوگوں کے بارے میں خصوصی طور پر حکم دیتا ہے ...... کہ ان کی اچھائیوں کا ذکر کرو اور ان کی کوتاہیوں سے صرف نظر کرو...... ارشاد نبوی ہے: اذکرو محاسن امواتکم وکفوعن مساویھم (۱)

''وفات پانے والوں کے محاسن کا ذکر کرو...... اوران کی برائیوں کے ذکر سے اجتناب کرو''

شاید...... نقد نگار کو کوئی ایسی حدیث مل گئی ہوگی جس میں یہ ذکر ہوگا کہ وفات پانے والوں کی برائیاں بیان کرو۔ اوران کے محاسن بیان کرنے سے اجتناب کرو۔ اسی لیے تو ...... ان کی طرف سے مولانا شاہ سعید رائے پوریؒ کے متعلق ایسا مضمون لکھا گیا ہے جس میں انہوں نے مولانا کی طرف وہ باتیں بھی منسوب کردی ہیں جو انہوں نے نہیں کیں۔

علاوہ ازیں قرآن وحدیث میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ اگر تمہیں کسی کے بارے میں کوئی خبر ملے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو (۲)۔ اور یہ بھی کہ اگر تمہیں کوئی شخص سلام کرے تو اسے یہ مت کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے (۳) اسی طرح ارشاد نبوی ہے کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے نقل کردے (۴)

اور نقد نگار نے جن باتوں کا اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے وہ ایسی ہی ہیں جو نقد نگار نے محض لوگوں سے سن سنا کر نقل کردی ہیں اور انہوں نے ان کی تحقیق یا تصدیق کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ ابتدا میں یہ واضح کرنا بھی مناسب ہوگا کہ راقم الحروف کو مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے ذاتی طور پر عقیدت رہی ہے اورانہیں راقم الحروف اپنا روحانی بزرگ تصور کرتا ہے، لیکن راقم الحروف اپنی ملازمت کی مجبوریوں وجہ سے کبھی مولانا کی فکرولی اللہی کا رکن نہیں رہا۔ اب ہم اختصار کے ساتھ نقد نگار کے مضمون میں موجود کچھ اور پر اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں:

۱) مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کی جانشینی کا مسئلہ

نقد نگار نے اپنے دوسرے مضمون میں جو الحق کے شمارے ۱۷۵ میں چھپا مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی شاہ عبدالعزیز رائے پوری کی جانشینی کا سوال بھی اٹھایا ہے اور لکھا ہے مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے اپنے چھوٹے برخوردار عبدالقادر عزیز کو اپنا جانشین بنایا ...... اس سے بڑا جھوٹ شاید کسی غیر مسلم نے بھی نہیں بولا ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محترم عبدالقادر عزیز نے آخری دنوں میں اپنے والد بزرگوار مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کی جو خدمت کی وہ قابل رشک وتحسین ہے۔ اس نوجوان نے مولانا رائے پوری سومؒ کی خدمت میں اپنا آرام اور سکون قربان کردیا۔ وہی حضرت کو ہاتھ روم میں لے جاتے اور وہی ان کو اٹھاتے بٹھاتے تھے۔ اس حوالے سے حلقے میں ...... ان کا بے حد احترام ہے اور رائے پوری حلقے کے تمام لوگ ان کی بے حد عزت کرتے ہیں لیکن کیا ...... مولانا رائے پوری نے ان کو اپنا جانشین تو دور کی بات ہے، انہیں اپنی طرف سے اجازت وخلافت

دی تھی؟ یقیناً اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔ علاوہ ازیں رائے پوری سلسلے کے تمام بزرگ ...... اعلیٰ ترین دینی علم رکھتے اور دینی تعلیم و تربیت کے بلند مقام پر فائز تھے جبکہ مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے خاندان میں ...... مولانا سعید احمد رائے پوری کے علاوہ ان کا کوئی فرزند دینی تعلیم حاصل نہیں کر سکا۔ اس لیے بھی محترم عبدالقادر در عزیز کا جانشینی کا استحقاق نہیں بنتا۔

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ خود محترم عبدالقادر عزیز نے بھی اپنی جانشینی کا اعلان نہیں کیا اور نہ ہی کم از کم میرے علم کے مطابق مولانا رائے پوری سوم کے خاندان کے کسی فرد نے ...... مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے اختلاف کے باوجود کبھی ایسا دعویٰ کیا ہے۔

مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نے مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کی پوری زندگی اور ان کے سفر و حضر میں ان کی نمازوں میں امامت کرائی ہے۔ حتیٰ کہ مولانا رائے پوری سومؒ کی بیماری کے ایام میں بھی مولانا سعید احمد رائے پوریؒ ہی نمازوں کی امامت کراتے رہے اور پھر مولانا عبدالعزیز کا اپریل ۱۹۸۸ء کا وہ سفر بھارت کس کو یاد نہیں جس کے دوران ۱۵ اپریل ۱۹۸۸ء/۱۴۰۹ھ کو جمعۃ المبارک کے دن ہزار ہا افراد کی موجودگی میں خانقاہ رحیمہ رائے پور بھارت میں انہوں نے مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

یہ واقعہ پاکستان اور بھارت کے کئی اخبارات اور رسائل و جرائد میں رپورٹ ہوا اور اس واقعے کو جھٹلانا سورج کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ اس کے بعد بھی مولانا رائے سوم بفضلہ تعالیٰ ۳۔ جون ۱۹۹۲ء تک حیات رہے۔ اس دوران میں بھی مولاناؒ کی طرف سے نہ تو اس جانشینی کی تنسیخ اور محترم عبدالقادر عزیز کی مسند نشینی کا اعلان ہوا اور نہ ہی مولانا کے خاندان ...... یا حلقے کی طرف سے کوئی ایسا موقف سامنے آیا۔ غالباً ایسی صورت حال کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مدعی سست گواہ چست۔

جہاں تک مولانا کے جسد خاکی کو رائے پور (بھارت) لے جانے کا تعلق ہے تو اس کے لیے پورے خاندان نے کوششیں کیں اور اس میں شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے کردار کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ...... مولانا نہ صرف یہ کہ ان کوششوں میں خاندان کے ساتھ شریک رہے بلکہ ...... مولانا کے جسد خاکی کے ہمراہ رائے پور بھارت بھی گئے ...... اور وہاں ہزاروں افراد سے بیعت لی۔

تاریخ کے اس روشن واقعے کو ...... کون مسخ کر سکتا ہے؟

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی تدفین کا مسئلہ

نقد نگار نے اگرچہ راقم الحروف پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے ماضی کی تلخ باتوں کو سمیٹ کر مضمون کو بوجھل اور متنازعہ بنا دیا ہے لیکن ...... شاید انہوں جو کچھ خود لکھا ہے اس کو خود نہیں پڑھا اس لیے کہ یہ کام تو

......انہوں نے خود بڑے اہتمام سے اور بڑے شاندار طریقے پر کیا ہے۔

انہوں نے وہ باتیں، جو ماضی کی یادوں کے قبرستان میں مدت ہوئی دفن ہو چکی ہیں ان باتوں کو شامل مضمون کر کے مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری اور شاہ سعید احمد رائے پوری پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے، ایسی باتوں میں مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی تدفین کا مسئلہ بھی شامل ہے۔نقد نگار کی طرح بہت سے علمائے کرام کو بھی یہ علم ہی نہیں کہ اصل مسئلہ کیا ہے؟ اور مسئلہ مولاناؒ کے جسد خاکی کی رائے پور (بھارت) میں لیجا کر تدفین کا تھا، یا محض شریعت کے مطابق تدفین کا۔

اصل میں ہوا یہ تھا کہ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے اپنی وفات سے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے جسم کو...... رائے پور میں ان کے استاد و مربی مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے پہلو میں دفن کیا جائے اور یہ بھی چونکہ شاہ عبدالرحیم رائے پوری کی خواہش کے مطابق تھا کہ انہوں نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ مولوی صاحب جی یوں چاہتا ہے کہ ہم زندگی میں اکٹھے رہے تو مرنے کے بعد بھی ہم اکٹھے رہیں۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اپنے پاکستانی عقیدت مندوں کے شدید اصرار پر اپنی خانقاہ رائے پور سے اس وعدے پر لاہور میں آئے تھے کہ پاکستانی حضرات خصوصا انکے جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ پر یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ انہیں رائے پور واپس لے جائیں گے۔ وہ اس وقت اپنی خانقاہ کو چھوڑنا پسند نہیں فرماتے تھے کہ جہاں انہوں نے اپنی عمر کے تقریبا ساٹھ سال بسر کیے تھے چنانچہ انہوں نے لاہور پہنچنے کے چند روز بعد ہی واپسی کا تقاضا کرنا شروع کر دیا۔ اور جس قدر بیماری میں اضافہ ہوتا گیا اسی قدر واپسی کے تقاضے میں شدت پیدا ہوتی گئی، یہاں تک کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ //۱۶ ۔اگست۱۹۶۲ء کو مولانا کا لاہور میں انتقال ہو گیا۔

اور پھر وہی ہوا جس کا مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کو اندیشہ تھا۔اس وقت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ موقع پر موجود نہ تھے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے متوسلین اور رشتہ دار مولانا کے جسد خاکی کو ڈھڈیاں ضلع سرگودھا لے گئے۔ جہاں پہلے مسجد کے حجروں کے صحن میں سطح زمین پر، جو کہ گاؤں کے قبرستان سے بیس پچیس فٹ بلند ہے، قبر کھودے بغیر سوا فٹ اونچا سمینٹڈ (semented) چبوترہ بنایا گیا پھر مولانا رائے پوریؒ کے جسد خاکی کو تقریبا سوا دو فٹ اونچے چوبی تابوت میں روئی بچھا کر رکھ دیا گیا۔ اور اوپر سے لکڑی کے تختوں کو آہنی میخوں کے ساتھ ٹھوڑے چلا چلا کر تابوت کو بند کر دیا گیا۔

اس کے بعد اس تابوت کو چبوترے پر رکھ کر چاروں طرف پختہ دیواریں تابوت سے ملحق بنا کر اوپر سے سیمنٹ کی ڈاٹ لگا دی اور اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ اس طرح مولانا کے جسد خاکی کو چار دیواری میں گویا حفاظت

سے رکھ دیا گیا۔اوراس غیر شرعی طرز تدفین اختیار کرنے کی بناء پر حضرت کے متوسلین ایک مٹھی بھر مٹی ڈالنے کی سعادت سے محروم رہے۔ اور تمام لوگ ناراض ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے...... ظاہر ہے کہ یہ طریقہ تدفین کے شرعی طریقے کے خلاف ہے خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو بھی اس طرح نہیں رکھا گیا بلکہ قبر کھود کر اس دفن کیا گیا تھا۔

اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالعزیزؒ اوران کی متابعت میں خانقاہ رائے پور کا موقف یہ تھا کہ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی شرعی طور پر تدفین نہیں ہوئی۔لھذا انکے تابوت کو...... کمرے سے نکال کر باقاعدہ دفن کیا جائے اور یہ بات مولانا کے روحانی سلسلے کے ہر فرد پر ضروری ہے کہ وہ ان کی شرعی تدفین کی کوشش کرے۔

پھر جب ان کے تابوت کو کمرے سے نکال لیا جائے۔ جسے بعد ازاں قبر کا عنوان دے دیا گیا ہے تو اس کے بعد بہتر یہ ہو ہوگا کہ ان کے جسم کو ان کی مرضی اور خواہش کے مطابق خانقاہ رحیمیہ رائے پور بھارت میں لیجا کر دفن کیا جائے۔ یہ مسئلہ مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے بطور جانشین مولانا شاہ عبدالقادرؒ اٹھایا تھا اور وہی اس کا استحقاق بھی رکھتے تھے۔جن بزرگوں کا نقد نگار صاحب نے نام لیا ہے ان سب بزرگوں نے اصل حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد اپنے سابقہ فتوے/موقف سے رجوع کر لیا تھا۔

دوسری طرف ...... مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے کچھ رشتہ داروں نے اس مسئلے کو اپنی ذاتی انا کا مسئلہ بنالیا اوران لوگوں نے یہ مضمون لکھ کر کہ...... مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی شرعی طریقے پر تدفین ہو چکی ہے اور یہ کہ اب ان کی قبر مبارک کو کھولنا نبش (قبر کی کھدائی) ہے جو شرعا درست نہیں،مختلف علماء کرام اور مفتی حضرات سے فتوے حاصل کر لیے،مگر یہاں صورت حال...... نبش (قبر کشائی) کی سرے سے تھی ہی نہیں۔

مولانا مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے ...... جب یہ صورت حال علماء کو لکھ کر بتائی کہ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی تو شرعی طریقے پر تدفین ہی نہیں ہوئی تو بھارت اور پاکستان کے اکابر علماء کا موقف یہ تھا کہ قبر کو کھود کر اس کی دوبارہ تدفین کی جائے اور بہتر یہ ہوگا کہ مولانا مرحوم کی خواہش اور وصیت کے مطابق رائے پور میں کی جائے...... اس بارے میں بڑے بڑے علماء کرام سے فتوے حاصل کیے گئے جن کی مجموعی تعداد چالیس کے قریب ہے اس فہرست میں۔ مفتی مسعود احمد نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، مفتی جمیل الرحمان نائب مفتی دارالعلوم دیوبند،سید مہدی حسن ، مفتی دارالعلوم دیوبند،مولانا محمود اللہ امام مسجد جامع مسجد فتح پوری ، سید عبد لدائم الجلالی ، مفتی مدرسہ عالیہ فتح پوری، سید حمید امام جامع مسجد دہلی ، مولانا عبید الرحمان مدرسہ امینیہ دہلی ، اور دوسرے بیسیوں علمائے کرام کے نام شامل ہیں۔ جبکہ پاکستان سے مولانا الیف اللہ عثمانی خطیب جامع مسجد بلاک ۲۳ سرگودھا، مولانا سید عبد الشکور ترمذی ساہی وال سرگودھا، مولانا مفتی عبد الرشید مفتی دارالعلوم راجہ بازار

روالپنڈی، مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی وغیرہ شامل ہیں (۵)

اس کے علاوہ ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو حکومت ہند نے پاکستان سے مطالبہ کر دیا کہ مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری انڈیا کے شہری تھے اور وہ یہاں ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے اور ان کی یہ تمنا تھی کہ انہیں ہندوستان میں دفن کیا جائے، لہذا انڈین ہائی کمشن نہایت شکر گذار ہوگا کہ حکومت پاکستان مولانا کے جسد خاکی کو ان کے ہندوستان کے متوسلین کے سپرد کر دے تاکہ انہیں ان کی خواہش کے مطابق رائے پور میں دفن کیا جائے مگر حضرت کے ان متوسلین جنہوں نے ان کی مرضی کے خلاف ان کی یہاں نام نہاد تدفین کی تھی، انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور جواب میں یہ مضمون لکھ کر...... کہ مولانا رائے پوری کی تدفین ہو چکی ہے اور اب ان کی لاش کو نکالنا نبش قبر ہوگا جو کہ جائز نہیں ارسال کر دیا۔

اس صورت میں مولانا رائے پوری سوئم نے ہمت نہیں ہاری اور وہ ۔۱۹۷۱ میں بذات خود انڈیا تشریف لے گئے ...... اور قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے ملاقات کی اور ساری صورت حال ان کو بتائی جس پر مولانا قاری محمد طیب قاسمی قدس سرہ نے پاکستان اور بھارت کی حکومتوں کو...... ایک طویل اور مفصل خط لکھا...... جس میں انہوں نے تحریر کیا۔

''بعد وفات مولانا عبد القادر رائے پوری کی تدفین جو نوعیت اختیار کی گئی ہے اس کے بارے میں تمام مفتیان کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ تدفین شرعی نہیں ہوئی، بلکہ قطعاً ناجائز طریق پر ہوئی۔ تابوت زمین پر رکھ کر تابوت سے ملحق اسپر ڈاٹ لگا دینا اور اسے مٹی سے چھپا دینا قطعاً ناجائز طریقہ تھا اور شرعاً ضروری ہے کہ اسے کالعدم کر کے صحیح تدفین کی جائے۔ قبر کھود کر اس میں طریق سنت کے مطابق جو امت کا سلف سے لیکر خلف تک متفقہ معمول ہے دفن کیا جائے ورنہ یہ حضرات جو اس ناجائز طریقہ کے مرتکب ہونے کی وجہ سے گناہگار ہوئے گناہگار ہی رہیں گے۔

موجودہ صورت قبر ہرگز شرعی قبر نہیں ہے اس سے تابوت کا منتقل کرنا یا کیا جانا نہ تو نبش (قبر کا اکھاڑنا) ہے کیوں کہ وہ قبر ہی نہیں۔ اور نہ ہی میت کی ہتک حرمت ہے کیوں کہ ہتک حرمت خود یہ مبتدعا طریقہ ہے جو اختیار کیا گیا ہے نہ کہ اس کا بدلنا۔ کہ وہ حفظ حرمت ہے نہ کہ ہتک حرمت۔

اس ناجائز طریقہ کے اختیار کرنے کے جو اعذار سیم وغیرہ بیان کیے گئے ہیں، فتاوی میں انہیں ناقابل التفات قرار دیا گیا ہے اس ناجائز تدفین کو جو تدفین ہی نہیں ہے، کالعدم کر کے جائز تدفین کے لیے نعش کو ایک بلدہ سے دوسرے بلدہ کی طرف منتقل کرنے کی اجازت بھی فتاوی میں موجود ہے۔ صحیح اور جائز تدفین ہو جانے کے بعد بھی ممتاز اور مقدس علماء وصلحا کی میت کی منتقلی میں تامل نہیں جس کی نظیر سلف وخلف میں ملتی ہے چہ جائیکہ ناجائز

تدفین کی صورت میں انتقالیت قابل تامل ہو۔

فتوی صادر فرمانے والے ہندو پاک کے تیس چالیس علماء ومفتیان کرام کی دلی آواز بھی (علاوہ حکم شرعی کے) فتاوی کے اسلوب بیان سے یہ ہے کہ موجودہ صورت کو ختم کیا جائے۔

کتنے ہی سچ خواب اور منامات صادقہ اور کتنے ہی غیبی اشارات جو اس افسوس ناک طرز تدفین اور محل تدفین کے بارے میں اب تک سامنے آچکے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی روح اس حبس بے جا سے جو اس غلط اور ناجائز طریقہ کی تدفین سے تابوت کو زمین پر رکھ کر اور اوپر سے سیمنٹ ڈاٹ لگا کر اور اسکے اوپر مٹی چڑھا کر عمل تدفین لایا گیا ہے انتہائی بے چین ہے۔ان نتائج کے پیش نظر سب سے پہلے حکومت پاکستان سے ہماری مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ اس ناجائز صورت دفن کو ختم کرنے اور جائز بلکہ واجب صورت تدفین کو عمل لانے کے لیے اپنے اثر ورسوخ سے کام لے۔

شرعی گنجائش کے تحت جو فتاوی میں موجود ہیں اور دونوں بزرگوں کی وصیتوں کے تحت شاہ عبد القادر صاحب قدس سرہ کے تابوت مبارک کو رائے پور (ہندوستان) پہنچا کر پیر ومرید اور اصل ونائب کو پہلو بہ پہلو چین سے آرام کرنے کا موقع عنایت فرمائے۔

حکومت ہند سے ہماری نیاز مندانہ گذارش ہے کہ وہ اس مقدس تابوت کو جو کسی معمولی یا عامی انسان کا نہیں ہندوستان لانے کی اجازت مرحمت فرمائے جس سے انہیں بادل نخواستہ جدا کیا گیا۔

ہمیں امید ہے کہ دونوں ہم جوار حکومتیں ہماری اس صد کو صدا بصحراء نہ ہونے دیں گی۔

فتاوی کی روشنی سے حاصل کردہ یہ چند دردمندانہ سطور ہم دونوں حکومتوں کے سامنے پیش کرکے توقع رکھتے ہیں کہ دونوں ہماری اس آرزو کو پامال نہیں ہونے دیں گی۔اور ہمیں دعا گوئی کا موقعہ عنائت فرمائیں گے۔

(دستخط)

قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند ۶۔جنوری ۱۹۷۱۔

پاکستان میں اس کا رد عمل:

مولانا قاری محمد طیب قاسمی...... کے اس تفصیل خط کی روشنی میں پاکستان بھر کے علمائے کرام کی رائے بھی تبدیل ہوگئی چنانچہ ان اس فتوی/سفارش کی تائید سب سے پہلے مفتی محمود (اس وقت کے ممبر قومی اسمبلی) مولانا عبد الحکیم (جامعہ فرقانیہ مدنیہ، راولپنڈی) نے کی جبکہ مولانا غلام غوث ہزاروی نے اس پر یہ لکھا کہ ان حضرات سے زیادہ فقہ حنفی کا کون واقف ہوسکتا ہے۔

اس فتوی کی روشنی میں مولانا محمد یوسف بنوریؒ......اور مفتی ولی حسن ٹونکی، مفتی احمد الرحمان، سید مصباح

اللہ شاہ، مفتی عبدالقیوم، اوردارالعلوم مدرسہ عربیہ اسلامیہ، نیو ٹاؤن کے تمام اساتذہ کرام نے اپنی رائے سے رجوع کرلیا اور لکھا کہ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا عبد القادر رائے پوری کی تدفین کا مسئلہ دوبارہ زیر بحث آیا اوردوبارہ تمام پہلوؤں پر غور کرنے کا موقع مل گیا۔ غور وخوض کے بعد جن نتائج پر پہنچے وہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) موجودہ صورت میں تدفین شرعی نہیں ہوئی، بلکہ وضع علی الارض کی صورت ہے۔

(ب) تدفین سے قبل نقل مکانی کی گنجائش موجود ہے۔

(ج) ان دونوں وجوہ کی بنا پر تابوت منتقل کرنا اور شرعی تدفین کرنا بالکل درست ہے۔

(د) اس سلسلے میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اور مفتی محمود صاحب نے اس کی تائید فرمائی ہے، ہم بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں اور سابقہ تحریر سے رجوع کرتے ہیں:

دستخط

(مولانا یوسف بنوریؒ واساتذہ کرام)

۸۔ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء

قاری محمد طیب، مولانا مفتی محمود اور مولانا یوسف بنوری رحمہم اللہ تعالی کی تائید وتوثیق کے بعد پاکستان کے تمام قابل ذکر اساتذہ کرام اور مفتی حضرات نے جن میں نقد نگار صاحب کی مادر علمی مدرسہ قاسم العلوم ......اور اس کے علاوہ دارالعلوم کبیر والہ مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی ...... دارالعلوم حنفیہ چکوال اور دیگر مدارس شامل ہیں، نے اس کی توثیق کردی۔

یہ تمام فتاویٰ مجموعہ فتاوی علمائے دیوبند پاکستان دوبارہ محفوظیت تابوت جسد مبارک شاہ عبد القادر رائے پوری مرتبہ مفتی محمد یحیی فاضل مظاہر العلوم وغیرہ میں موجود ہے اور پوری طرح مستند ہے۔ راقم الحروف کو اس کا ایک نسخہ مفتی عبد الخالق صاحب نے مرحمت فرمایا جس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کا موقف قرآن وسنت اور پاکستان وہند کے تمام مفتیوں کے فتاوی کے عین مطابق تھا اور مولانا مفتی محمود اور مولانا محمد یوسف بنوری سمیت تمام علماء کرام ...... کی تائید وتوثیق کا مطابقت تھا اور قاری محمد طیب کے مطابق جن حضرات نے شاہ عبد القادر رائے پوری کی غلط تدفین کی ہے وہ اس کی بناء پر گنہگار ہوئے ہیں جبتک اسکو درست نہیں کیا جاتا وہ گنہگار رہیں گے۔

ثانیا یہ کہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ تو خود اس کی تائید وتوثیق کرنے والے بزرگ ہیں پھر مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری ...... ان کے بارے غلط زبان کیوں استعمال کریں گے۔ کم از کم میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ مولانا سعید احمد رائے پوریؒ نے میرے سامنے کسی بھی مجلس میں مولانا بنوری ...... کو برا بھلا نہیں کہا۔

اسی ...... طرح مولانا محمد الیاس بانی تبلیغی جماعت کے متعلق بھی کم از کم میں نے ...... مولانا کی زبان سے کبھی ان کی برائی نہیں سنی ...... البتہ تبلیغی جماعت کے متعلق ان کا موقف اصولی تھا...... مولانا سعید احمد رائے پوریؒ کو مولانا محمد الیاس سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ مولانا نے اپنی اوائل عمری میں، ان سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا تھا اور پاکستان میں ایسے علمائے کرام بہت ہی کم ہیں جنہیں یہ شرف حاصل ہوا ہو۔ اس لیے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے استاذ محترم کی برائی کرے۔

اس کے برعکس مولانا سعید احمد رائے پوریؒ مولانا محمد الیاس کے مکتوبات کے حوالے سے یہ ثابت کرتے تھے کہ مولانا محمد الیاس نے تبلیغی جماعت کی تاسیس جن اعلیٰ مقاصد و مطالب کے لیے کی تھی مرور ایام سے تبلیغی جماعت اپنے ان مقاصد سے ہٹ چکی ہے۔

مولانا رائے پوریؒ کے مطابق ...... مولانا محمد الیاسؒ نے ...... اپنے خطوط میں یہ بات بار بار لکھی ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ علماء کا ایک بورڈ تشکیل دیں جو تبلیغی جماعت کی علمی اور فکری نگرانی کرے اور جب اور جہاں ضرورت ہو اس کی رہنمائی کرے...... اور یہ کہ مولانا محمد الیاس کا مقصد یہ تھا کہ تبلیغی جماعت کے ذریعے دیہاتوں اور شہروں کے کم علم لوگوں کو ...... دینی مدارس اور مسجد میں کام کرنے والے علمائے کرام سے منسلک کردیں۔ تاکہ وہ ان سے زندگی میں رہنمائی حاصل کرسکیں۔

اسی طرح مولانا یہ فرماتے تھے کہ اس وقت تبلیغی جماعت کی انتظامیہ پر دنیا دار قسم کے لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے اور علماء کے تبلیغی جماعت میں داخلے کو مشکل بنا دیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک ان پڑھ شخص جب تبلیغی جماعت میں آتا ہے تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ تین چلے (چار ماہ ۱۲۰) دن لگائے، مگر علمائے کرام کے لیے دو سال لگانا ضروری ہیں۔ اب ایک عام عالم کے لیے جو پہلے ہی ۸۔۹ سال لگا کر فراغت حاصل کرتا ہے مزید دو سال کا لگانا کس قدر مشکل ہے، اس کا اندازہ صرف وہی لگا سکتے ہیں جو خود اس مرحلے سے گذر چکے ہوں۔ ان کا خیال تھا کہ ان دو سالوں میں چونکہ تبلیغی جماعت میں نہ تو درس قرآن ہوتا ہے اور نہ ہی درس حدیث اس لیے وہ دو برسوں میں تمام پڑھا ہوا بھول جاتا ہے۔ مولانا کو اس بات پر بھی اعتراض تھا کہ تبلیغی جماعت میں ...... صرف ...... عبادات پر زور دیا جاتا ہے اور معاملات کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں جماعت تبلیغ میں متعلقہ لوگوں کی اخلاق اور معاملات پر توجہ کم ہوگئی ہے او اس کی افادیت میں کمزوری آ گئی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی پیش نظر رکھا جائے کہ تبلیغی جماعت کی حمایت یا مخالفت قرآن وحدیث کی مخالف نہیں ہے اور یہ دونوں باتیں ...... ہر شخص کے اپنے اجتہاد اور اپنے فکر پر مبنی ہیں۔ علاوہ ازیں تبلیغی جماعت سے صرف مولانا ہی کو شکایت نہیں تھی بلکہ بہت سے علمائے کرام کو بھی بہت سی شکایات ہیں، لہذا اس کی بنا پر نہ تو کسی شخص کو قابل مذمت کہا جاسکتا ہی اور نہ ہی قابل تعریف۔